مذاکرہ میں اس سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔ لیکن یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ اس کی بنیاد پر کوئی متفقہ فیصلہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بعض مقامات پر قیاس سے کام لیکر جو نتائج اخذ کیے گئے ہیں ان سے سب علماء اتفاق نہیں کر سکتے مثلاً ریڈیو کو میناروں کی روشنی یا اسی قسم کی کسی چیز پر قیاس کرنا ارباب علم ونظر میں اپنا مذاق اڑوانا ہے اسی طرح اختلاف مطالع کی بحث میں فقہی جزئیات اور فقہا کے اقوال کے ساتھ ہیئت جدیدہ کی روشنی میں بھی کلام کرنے کی ضرورت ہے۔

صدر یار جنگ | از جناب شمس تبریز خاں صاحب تقطیع کلاں ضخامت ۴۰۷ صفحات کتابت و طباعت بہتر قیمت مجلد - /۱۰ پتہ :- مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی اپنے زمانہ کی نادر المثال شخصیت تھے قدرت نے ان کو ایسے چند در چند اوصاف و کمالات سے نوازا تھا جو بیک وقت کسی ایک شخص میں مشکل سے ہی جمع ہو سکتی ہیں۔ دولت و ثروت، عزت و وجاہت، علم و فضل، شعر و ادب، زہد و ورع، عبادت و ریاضت، حسن انتظام و ریاست۔ ان میں وہ کونسا وصف و کمال ہے جو موصوف میں ودیعت نہیں ہوا تھا۔ اس بنا پر ضروری تھا کہ موصوف کی سوانح عمری لکھی جائے تاکہ ایک طرف خود ان کا حق ادا ہو اور دوسری جانب لوگوں کو اس سے عبرت و موعظت ہو۔ یہ کتاب اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے لکھی گئی ہے اس میں پہلے شروانی خاندان کی تحقیق اور مولانا مرحوم کے آبا و اجداد کرام کا تذکرہ ہے اسکے بعد مولانا کی ولادت، تعلیم، اساتذہ اور ذاتی اخلاق و عادات کا بیان ہے۔ پھر مولانا کی نہایت وسیع اور ہمہ گیر اسلامی، تعلیمی اور ملی خدمات کا جائزہ تفصیل سے لینے کے بعد آپ کے سفر حج کی داستان خود آپ کی ہی زبان سے سنائی گئی ہے۔ اس کے بعد ایک باب میں مولانا کے نظام الاوقات اور وفات حسرت آیات جو ۸۳ برس کی عمر میں ۱۹۵۰ء میں ہوئی اس کا تذکرہ ہے۔ اسکے بعد کے ابواب میں مولانا کے دوست احباب اور معاصرین کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد مولانا کے علمی اوراد بی اوصاف و کمالات تصنیفی خصوصیات اور ذاتی خصائص کا دلچسپ مگر

موعظت آفریں بیان بیان وتبصرہ ہے آخر میں وہ تاثرات بھی یکجا کردیئے گئے ہیں جو آپ کی وفات پر اکابر علم وادب نے ظاہر کیے ہیں، غرض کہ یہ کتاب ایک ایسا آئینہ ہے جس میں صاحب سوانح کی شخصیت کے خدوخال ابھر کر سامنے آجاتے ہیں، شروع میں مولانا ابوالحسن علی کے قلم سے ایک طویل مقدمہ جو گویا کتاب اور صاحب سوانح دونوں پر تبصرہ ہے اور آخر میں نہایت جامع اور مفصل اشاریہ بھی ہے، اس حیثیت سے کتاب بہت دلچسپ، مفید اور لائق مطالعہ ہے، لیکن یہ کوتاہی بری طرح کھٹکتی ہے کہ اس ضخیم کتاب میں مولانا مرحوم کے نادر و کمیاب کتابخانہ اور بصرف کثیر و جستجوئے بسیار مولانا کے جمع کتب کا کوئی تذکرہ نہیں ہے. حالانکہ یہ کتابخانہ مولانا کی قبائے علم وفضل کا تکمۂ زریں اور ان کا سب سے عظیم باقیات صالحات ہے. راقم الحروف نے خود مولوی معین الدین صاحب مرحوم سے اس سلسلہ میں چند نہایت اہم واقعات سنے ہیں، پھر کتاب خانہ تو موجود ہے ہی اور اس کی فہرست بھی ہے کم از کم اس پر ایک نگاہ ڈال کر ہی اس کتب خانہ کے بعض اہم نوادر کا تذکرہ کرنا چاہئے تھا پھر ص ۳۹۵ کے آخر میں یہ لکھنا "ڈھاکہ کے کوئی محمد اسحاق صاحب" ایک علمی کتاب کے لیے موزوں نہیں. یہ صاحب ڈاکٹر محمد اسحاق ہیں، جو اسلامیات کے بڑے فاضل اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں اسکے پروفیسر ہیں (کہیں خدانخواستہ بنگلہ دیش کی نذر نہ ہوگئے ہوں) انگریزی میں ان کی کتاب "ہندوستان میں علم حدیث" بڑی محققانہ اور معرکہ کی کتاب ہے بعض جگہ زبان کی غلطی بھی ہے جیسے ص ۲۹۹ پر "اس ذوق کے بھی ادا شناس تھے" اداشناسی ذوق کی نہیں بلکہ فن کی ہوتی ہے اسکے علاوہ کتابت کی غلطیاں بھی رہ گئی ہیں مثلاً ص ۳۰۹ سطر ۱۰ کے شروع میں "عید سہ شنبہ کو تھی" کے بجائے "کو ہوئی" ص ۳۲۱ سطر ۵ میں "خوشی" کے بجائے "ناخوشی" ص ۳۹۸ سطر ۱۲ میں "اوروں" کے بجائے "زو روں" ص ۳۹۲ سطر ۱۶ میں "کیا" کے بجائے "کہا" ہونا چاہیے. پھر ص ۲۲ پر یہ بات بھی کھٹکتی ہے کہ "دوسری بیوی ہی ناجی نے شروانی نام کا لڑکا ہوا. ہمارے خیال میں شروانی نام نہیں ہے بلکہ غالباً ایران کے مشہور شہر شیروان کی طرف نسبت ہے اور غالباً یہ خاندان اصلاً و نسلاً اسی شہر سے تعلق رکھتا ہے بہرحال ہمیں اس بارہ میں تحقیق نہیں ہے صرف ایک خیال ہے اسی خاندان کے حضرات اس پر زیادہ وثوق سے روشنی ڈال سکتے ہیں۔